Vol.4 No.1 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

محمد بشیر احمد ظامی بہاولپوری بطور مترجم و مدون

MUHAMMAD BASHEER AHMAD ZAMI AS TRANSLATOR AND ENACTOR

Muhammad Kashif Dogar[1], Muhammad Aftab[2], Muhammad Azeem[3]

Abstract:

Muhammad Basheer Ahmad Zami has been one of the famous writers in Siraiki language. He earned name and fame by doing his creative creations. As a translator and interpreter his work is worth praising. Masnavi is the famous kind of poem in Siraiki Modern as well as in classical poetry. Moulvi Lutf Ali present his world fame Masnavi Saif-ul-Malook. Hazrat Khawaja Ghulam Fareed (R.A) also tributed it much. Zami Bahawalpuri translated it in a marvelous way. It is also easy and well known to the masses. Gulistan and Bastaan are world fame creations of Saadi Sherazi. These books translated in many languages. Saadi Aakhai is the translation of these books by Basheer Ahmad Zami Bahawalpuri. Zami was the teacher by profession and he loved his mother language to its fill. Renowned scholars appreciate his work. Both the translation are the treasure of Siraiki literature.

Key Words: Zami, Basheer, Siraiki, Saif-ul-Malook, Saadi Aakhia, Gulistan Bostaan.

صحرائے چولستان اپنی وسعت، گرمی کی شدت، بھوک پیاس اور خودرو جڑی بوٹیوں کی وجہ سے دنیا میں اپنی جداگانہ شناخت رکھتا ہے۔ روہی کے رہنے والے روہیلے دہکتے سورج اور تپتے ہوئے صحرا میں سے خوشیاں کشید کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ یہ صحرا نشین لوگ نہ تو سورج کی شدت سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی ریت کی تپش سے پریشان ہوتے ہیں۔ شدید گرم چلنے والی لُو اور موسموں کی شدت ان لوگوں کو اپنی دھرتی سے جدا نہیں کر سکتی۔ بے بسی، بھوک پیاس اور کریہہ کے عذاب ان لوگوں کی اپنی دھرتی کے ساتھ محبت کو کم نہیں کر سکتے۔

---

[1] Research Scholar Ph.D Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur.
[2] Research Scholar Ph.D Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur.
[3] M.Phil Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سرائیکی زبان کی ہزار سالہ ادبی تاریخ کی طرف نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ادبی سفر میں کئی مسافر منزل کی تلاش میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑ گئے ہیں جو کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اس دھرتی نے عظیم لوگوں کو اپنی گود میں پال پوس کر جوان کیا۔

سرائیکی وسیب کا شہر بہاول پور ادبی، ثقافتی، سماجی اور تاریخی حوالے سے بے مثال ہے۔ وادی ہاکڑہ کی عظیم تہذیب نے اس دھرتی میں جنم لیا ہے۔ اس عظیم تہذیب کے زوال سے صدیوں بعد صحرائے چولستان کے کنارے آباد جھوک رانجھا کے مقام پر نواب بہاول خان اول نے 1748ء کو بہاول پور شہر کی بنیاد رکھی۔ اس سرزمین میں جہاں دلشاد کلانچوی، حسن رضا گردیزی، صدیق طاہر، ممتاز حیدر ڈاہر، نقوی احمد پوری، ڈاکٹر مہر عبدالحق، علامہ عتیق فکری جیسے لوگوں نے جنم لیا۔ وہیں محمد بشیر احمد ظامی بہاول پور جیسے ادب پرور لوگوں نے آنکھ کھولی۔

محمد بشیر احمد ظامی بہاول پوری اپنے والدین کے تیسرے بیٹے تھے۔ ان کے والد نے ان کا نام محمد بشیر احمد رکھا۔

"محمد بشیر احمد ظامی بہاول پوری 13، اپریل 1913ء کو موضع لنگر بستی جنڈاں تحصیل جلال پور پیر والا، ضلع ملتان میں مولوی عبدالرحمٰن کے گھر پیدا ہوئے"(1)

محمد بشیر احمد ظامی بہاول پور نثر نگار، ماہر لسان، محقق، نقاد اور دانشور کے ساتھ ساتھ مدون اور مترجم بھی تھے۔ انہوں نے مولوی لطف علی بہاول پوری کی مثنوی سیف الملوک اور سعدی شیرازی کی گلستان و بوستان میں موجود حکایتوں کی تدوین اور تراجم کیئے۔ قصہ کہانی یا داستان کے لوازمات کو جتنی خوبصورتی کے ساتھ مثنوی میں منظوم کیا جا سکتا ہے۔ شاعری کی کسی دوسری صنف میں یہ عمل اتنا معتبر نہیں ہو سکتا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے مثنوی کی اہمیت کو یوں اُجاگر کیا ہے:

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"قصے کی جتنی اصناف فارسی اور اردو میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین کے بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے"۔(2)

قصہ سیف الملوک اپنے حسن، اختصار، پرزور اثر، رنگینی اور روانی کے ساتھ ساتھ دوسرے تکنیکی نکات اور شعری خوبیوں جیسے لوازمات کے ساتھ نمایاں مقام کا حامل ہے۔ اسی خوبصورتی کی بدولت اس خوبصورت مثنوی کو لوگوں نے حفظ کر لیا اور پھر سینہ بہ سینہ بطور امانت ذمہ داری کے ساتھ آنے والی نسلوں کے سپرد کر دیا۔

"نثر میں جو قصے بھونڈے اور بے کیف معلوم ہوتے ہیں۔ نظم کا لبادہ اوڑھ کر قبول صورت بن جاتے ہیں۔ صرف ایک وزن کے سانچے میں ڈھل کر اختصار، صغائی، دلچسپی اور اس قسم کی خوبیاں پیدا ہو گئیں"(3)

یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ آج ہم اُن لوگ داستانوں کی قدامت کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا علم ماضی میں وہاں جا کے رُک جاتا ہے جہاں سے تحریر کی ابتداء ہوتی ہے۔ وہ قدیم لوک داستانیں جن کو ابتداء میں ضبط تحریر میں لایا گیا، ان کا مطالعہ کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ قصے جس روپ میں لکھے گئے ہیں ان کو یہ سراپا اختیار کرتے ہوئے صدیوں کا سفر طے کرنا پڑا ہے۔

"انسان ہزاروں سالوں سے دھرتی کے ہر کونے میں موجود ان دیکھی قوتوں کے مقابلے کے لیئے جدوجہد کرتا چلا آرہا ہے۔ ہزاروں سال کی یہ انسانی جدوجہد ترقی کے راستے پر رواں دواں زندگی کی ایک کہانی ہے۔ یہ رواں دواں قافلہ آپ بیتیاں بیان کرتا رہا ہے۔ زندگی کے ساتھ پیش آنے والے یہی دکھ اور واقعات ہی لوک کہانیاں ہیں:(4)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مولوی لطف علی بہاول پوری کا لکھا ہوا قصہ سیف النامہ کا نام بھی دیا گیا بنیادی طور پر فارسی زبان سے سرائیکی میں منظوم ترجمہ ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ محمد بشیر احمد ظامی بہاول پوری نے کیا۔ یہ قصہ مولوی لطف علی نے اس وقت منظوم کیا جب اس خطے میں فارسی زبان مروج تھی۔

جس کے اثرات قصے میں واضح ہیں۔ دو سو چوہتر عنوان پر مشتمل اس قصے کے تمام عنوانات فارسی میں درج ہیں۔ بشیر احمد ظامی کی مادری زبان سرائیکی تھی۔ وہ زبان کے اُتار چڑھاؤ اور وسعت سے باخبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ الفاظ کی صحیح روح کو سمجھتے ہوئے مثنوی کا اس طرح ترجمہ کیا ہے کہ اصل زبان کا متن بھی برقرار رہ جائے اور تدوین و ترجمے کے فنی تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔

"ناز بھری نرمل کوں شہہ چاڑھ پلنگ بلہائے

چوڑیں وانگ تجلی کیتیں رُخ روشن چمکائے

نورن نین نہوڑن ناظر نرگس ناز نوائے

کینوں باجھ کلوری کہلہ مست متاع لُٹائے"

"ناز و ادا کے سراپا کو لا کر پلنگ پر بٹھایا۔ اس نے روشن چہرے سے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ محل بھر میں روشنی پھیلا دی، نور کی طرح روشن آنکھیں ایسی تھیں کہ دیکھنے والوں کو جھکا دیا اور ناز سے نرگس کو خم کر دیا۔ شراب کی مستی چھائی ہوئی ہے"۔(5)

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مثنوی سیف الملوک سرائیکی زبان و ادب کا انمول اور شاہکار خزانہ ہے۔اس کی وسیع تر ابلاغ کی خاطر اس کا ترجمہ اردو زبان میں ہونا ضروری تھا۔ قومی زبان میں ترجمہ کرنا ایک مشکل لیکن قابل قدر کام تھا۔ جس کو ہر جگہ سے پزیرائی ملی۔ قومیت کے وجود کو محفوظ تر کرنے اور فروغ دینے کے لیے علاقائی ادب کو قومی زبان میں ترجمہ کرنا اشد ضروری تھا۔بشیر احمد ظامی نے ترجمہ کرتے ہوئے اس قصے کے فکری اور فنی محاسن پر بہت محنت کی ہے۔

"مولوی لطف علی اور ان کی عدیم المثال تصنیف "سیف الملوک" جس کا تصحیح شدہ متن بمعہ ترجمہ اور مختصر تشریح آپ کی خدمت میں پیش ہے اور جسے بہاول پوری، ملتانی زبان کی شاعری میں اولیت اور علویت کا مقام حاصل ہے"(6)

شہزادہ سیفل پری کے عشق میں گرفتار ہے اور اس کی تلاش میں دربدر کی خاک چھانتا سرگرداں ہے۔پری کے عشق نے اسے بے قرار کر دیا ہے۔ سیف الملوک کا بند اور ترجمہ یوں ہے۔

"تاب کنوں بے تاب تھیا شہہ ڈیکھ تے حسن دا شعلہ

خوبی طور رُخسار اُتے ہا خونی تلک تلولہ

ڈھا شاہ چمن دا یاوَت چو رنگ چبولا

تھی گولہ اُس گل دا گل تے ہویا اولہ گھولا

کیتی برہوں جس دل تس تے درد آیا کر ٹولہ

چو طرفوں جُڑ بھاگی تھیا جان جگر جل کولہ

عشق آرام تمام ونجایا ہویا نصیبہ رولہ

Vol.4 No.1 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لطف علی گل پاتا شوقوں شاہ پرم داچولہ

ظامی بہاول پوری نے اس کا خوبصورت اردو ترجمہ یوں کیا ہے:

"حسن کے شعلے کی گرمی سے شہزادہ بے چین ہو گیا۔ پری کے چہرے پر ایک خونی خال تھا۔ شاہ نے اُسے باغ میں ایک خوبصورت اور خوش پھول تصور کیا، اس پھول کا غلام بن گیا اور اس پر قربان ہونے لگا۔ درد نے فوج کشی کی اس کے جسم و جان میں عشق نے آگ لگا دی، اس کا جگر جل کر کوئلہ ہو گیا۔ عشق نے اس کے عیش آرام تباہ کر دیئے، ارے لطف علی شہزادے نے شوق سے محبت کا پیراہن پہن لیا ہے"(7)

تدوین اور ترجمہ سہل کام نہیں ہے یہ ایک صبر آزما اور تھکا دینے والا کام ہے۔ ایسے کام میں ہاتھ ڈالنا عام بندے کا کام نہیں ہوتا۔ اس کام کے لیئے برداشت کی قوت کا وسیع ہونا ضروری ہے۔ ترجمہ ایسا فن ہے جس میں نہ صرف اصلی متن کو پرکھا جاتا ہے بلکہ اس تحریر کے موضوع اور اس کی لفظیات کے بارے میں مکمل جانکاری کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

مختلف نسخوں کو سامنے رکھا جاتا ہے اور ان کی املاء اور رموز واوقاف میں ہونے والی تبدیلی کا بھی بغور جائزہ لیا جاتا ہے۔ ظامی بہاول پوری ان دونوں زبانوں پر عبور بھی رکھتے تھے اور شاعری میں بھی ان کی دلچسپی موجود تھی۔ فنی عروض سے واقف تھے۔ اس دور میں مروج نام ریاستی، ملتانی زبان پر قدرت رکھتے تھے اور متروک الفاظ سے بھی انہیں آگاہی حاصل تھی۔

سید نذیر علی شاہ مثنوی سیف الملوک کے ترجمہ کے حوالے سے بشیر احمد ظامی کی کاوشوں اور مستند نسخوں تک رسائی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

"ادب پسند دوست اور ادب نواز طبقہ کا ایسے گراں قدر ادبی سرمائے سے بے خبر اور نا آشنا رہنا ایک بہت بڑی کمی تھی جس کو بہاول پوری، ملتانی زبان کے ایک فاضل ادیب ماسٹر محمد بشیر احمد ظامی بہاول پوری (جو اس موضوع پر متعدد کتب تصنیف کر چکے ہیں) نے محسوس کیا اور اس مثنوی کے صحیح اور مستند نسخہ کی تلاش شروع کی۔ بڑی کوششوں کے بعد بہت سے نسخوں سے اس مثنوی کی تدوین و تصحیح کی اور سیف الملوک کا (مختصر تشریح کے ساتھ) ترجمہ پیش کیا ہے"۔(8)

تدوین اور ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مدون اور مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہو۔ وقت کے ساتھ ساتھ پیدا ہونے والی معنوی تبدیلیوں کو مکمل طور پر سمجھتے ہوئے ایسے طریقے سے ان کو دوسری زبان کا بھیس پہنادیا جائے اور یہ تبدیلی نا خوشگوار بھی محسوس نہ ہو۔ تدوین کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ظامی بہاول پوری نے مثنوی کے پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری اور جزئیات نگاری کی وضاحت کرتے ہوئے مثنوی کے وقار کو بلند کیا ہے۔ تاریخی پس منظر کی خوبصورتی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے۔ مثنوی کے آخر میں مصنف نے اس کا سن تصنیف اور اپنی رہائش کے بارے میں لکھا ہے جسے ترجمہ کرتے ہوئے محمد بشیر احمد ظامی نے اس کو سہل اور آسان بنا کر اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

"روز خمیس ختم تھیا دفتر سن تاریخ لکھیو سے

بارھویں سخت صدی توں جو ہک پنجک چا گھٹیو سے

ماہ مبارک رجب ستویں دی اے گرہ کھولیوں سے

اس پُر عیب عیوبی دا کل ہر ایک عیب چنیو سے

اپنے دیس بہادر پور دا بھی اِتھ اسم انیوے

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

شالا رہے آباد سدا جتھ ہر دم شاد رہیوے"

ترجمہ: جمعرات کے دن یہ منظوم کہانی ختم ہوتی ہے اور سنِ اختتام معلوم کرنے کے لیے بارہویں سخت صدی ہجری سے پانچ کم کر دیئے ہیں۔ ماہ مبارک رجب کی ساتویں تاریخ تھی۔ اس پر ہر ایک شخص اعتراض کر سکتا ہے۔ یہاں اپنے دیس بہادر پور کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ خدا کرے کے وہ ہمیشہ آباد رہے"(9)

ہندوستان کی ادبی تاریخ میں ترجمہ ایک آزاد تخلیق ہے۔ اس کو تخلیق کے درجے کے برابر رکھا گیا ہے۔ ترجمہ نگاری کو تخلیقی پیرائیہ یا تخلیقی مکرر کہا گیا ہے۔ مترجم نئ معنویت کی دریافت کر سکتا ہے، ہیئت کے تجربے کر سکتا ہے اور ایسا کرنے میں وہ آزاد ہوتا ہے۔ زبان کے ارتقائی عمل میں اس کی پرورش اور نشوونما کے لیئے اسے دوسری زبانوں کے سہاروں کی مدد کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ زبان میں نئے لفظ، نئے اسالیب اور نئے تجربات کا اظہار اور فکر و فن کی خوبصورتی کے لیئے تراجم کا کردار بہت اہم ہے۔

بشیر احمد ظامی نے گلستان اور بوستان کا ترجمہ "سعدی آکھیا" کے نام سے کیا ہے۔ اپنی تعلیمی استعداد اور معاشی حالات سے بڑھ کر انہوں نے تراجم پر بہت محنت، توجہ اور عرق ریزی کی ہے۔ شاید ان سے بہتر ترجے کی کوشش کسی دوسرے مترجم نے نہ کی ہو۔

گلستان و بوستان سعدی شیرازی کی شہرہ آفاق ان تصانیف کا ترجمہ نہ ہوا ہو، "سعدی آکھیا" کے عنوان سے بشیر احمد ظامی نے ایک سو ایک حکایتوں کا سرائیکی ترجمہ کیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن مرکز سرائیکی زبان و ادب، حبیب کالونی، ماڈل ٹاؤن اے، بہاول پور سے شائع ہوا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.1 2021

"بوستان 1297ء میں مکمل ہوئی اور اس کے ایک سال بعد گلستان لکھی گئی۔ آپ کی دیگر تصانیف ہندنامہ اور کلیات سعدی ہیں۔ شیخ سعدی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تحریروں کو بیکار یا ضائع نہیں ہونے دیا"۔(10)

محمد بشیر احمد ظامی بہاول پوری نے گلستان سعدی میں سے ان حکایات کو اپنے ترجمے کے لیئے منتخب کیا ہے جو آسان اور سادہ ہیں۔ جن کے مطالب و معنی اور مفہوم کو عام سوچ رکھنے والا بھی با آسانی سمجھ سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"میں نے حضرت شیخ کی تمام مکمل کتاب گلستان کا ترجمہ پیش نہیں کیا۔ ان میں سے سادہ، سہل اور آسان حکایات کو منتخب کیا ہے۔ کوشش کی ہے کہ ترجمہ علاقائی کہانیوں کے مشابہہ اور مماثل ہو اور ان سے اخلاقی سبق اور سبق آموز نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جاسکے"۔(11)

محاورے، اکھان، ضرب الامثال کسی بھی زبان کی طاقت ہوتے ہیں۔ ان کا بر محل استعمال کرنے والا شخص ہی محقق، مترجم، مدون اور نقاد کہلانے کا حق دار سمجھا جاتا ہے۔ محمد بشیر احمد ظامی نے اس فرض کو خوب نبھایا ہے اور سرائیکی زبان و ادب میں اضافے کا سبب بنے ہیں۔

حوالہ جات

1. سروس بک ریکارڈ، مملوک، سجاول ولاہائی سکول، نورپور نورنگا، بہاول پور۔
2. الطاف حسین حالی، مقدمہ شعر و شاعری، لاہور، خزینہ علم و ادب، 2001ء، ص 184۔
3. احمد کلیم الدین، تنقید کیا ہے؟ مضمون (مشمولہ) اردو زبان اور فن داستان گوئی، لاہور، لاہور پبلشنگ ہاؤس، 1986ء، ص 206۔
4. شفیع عقیل، پنجابی لوک داستانیں، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1985ء، ص 3۔
5. ظامی، محمد بشیر احمد، بہاول پوری، مثنوی سیف الملوک، اردو اکیڈمی، بہاول پور، 1964ء، ص 107۔
6. ظامی، محمد بشیر احمد، بہاول پوری، سیف الملوک، مذکور، ص 1۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

7. ظامی، محمد بشیر احمد، بہاول پوری، سیف الملوک، مذکور، ص126۔

8. شاہ، نذیر علی (پیش لفظ) سیف الملوک، بشیر احمد ظامی، بہاول پوری، مذکور، ص6۔

9. ظامی، محمد بشیر احمد، بہاول پوری، مثنوی سیف الملوک، مذکور، ص370۔

10. شاہ، اصغر علی، فارسی نظم کا تاریخی و فنی مطالعہ، لاہور، تاج بک ڈپو، 1986ء، ص66۔

11. ظامی، محمد بشیر احمد، بہاول پوری، سعدی آکھیا، بہاول پور، مرکز سرائیکی زبان تے ادب، 1977ء، ص16۔